بحث و نظر

سلام کی اہمیت اور غیر مسلم کو سلام کا حکم

سید جلال الدین عمری

سلام : اسلامی تہذیب کا نشان

ایک انسان دوسرے انسان سے ملاقات کے وقت مسرت، خوشی اور تعلقِ خاطر محسوس کرتا ہے تو مختلف طریقوں سے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے لئے ہر قوم میں مخصوص الفاظ اور کلمات بھی رائج ہیں۔ ان کا تعلق مذہب، سماج، معاشرتی روایات اور رسوم و رواج سے ہوتا ہے۔ اس لئے اسے تہذیب اور کلچر کا ایک اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب یہ ہے کہ "السلام علیکم" کے الفاظ کے ساتھ ملاقات کی جائے۔ اس میں "رحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ" کا اضافہ بھی پسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ اسی کو اصطلاح میں سلام کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ "سلام" کے استعمالات

"سلام" کا لفظ قرآن مجید میں جن مواقع پر آیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ امن و سلامتی کا وہ پیغام اور خوش خبری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نیک بندوں کو ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی (النمل : ۵۹)

"سلام ہے اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے منتخب کیا۔"

دوسری جگہ فرمایا :

سَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ (الصافات : ۱۸۱)

"سلام ہے اللہ کے رسولوں پر۔"

ان عمومی بیانات کے ساتھ سورۃ الصافات میں بعض پیغمبروں کا نام لے کر ان پر سلام

بھیجا گیا ہے۔

سَلَامٌ عَلٰی نُوحٍ فِی الْعَالَمِینَ (۷۹) سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیمَ (۱۰۹)
سَلَامٌ عَلٰی مُوسٰی وَهَارُونَ (۱۲۰) سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِینَ (۱۳۰)

"سلام ہے نوح پر سارے جہاں والوں میں --- سلام ہے ابراہیم پر --- سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر --- سلام ہے الیاس پر"۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان نیک بندوں کے لئے امن و سلامتی کی بشارت ہے۔

۲۔ جنت میں اہلِ جنت کو خدا کی طرف سے سلام نصیب ہو گا۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیمٍ ○ (یٰسین : ۵۸)

"سلام کہا جائے گا انہیں ربِ رحیم کی طرف سے"۔

۳۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ارشاد ہے :

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِیمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوا سَلٰمًا ' قَالَ سَلٰمٌ (ہود : ۶۹)

"ہمارے فرستادے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس (حضرت اسمٰعیلؑ کی) خوشخبری لے کر پہنچے 'انہوں نے ابراہیمؑ کو سلام کہا اور انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔"

یہ مضمون سورۃ الذاریات میں بھی آیا ہے (۲۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پیغمبروں کو فرشتے سلام کرتے ہیں اور پیغمبر اس کا جواب دیتے ہیں۔ (بکثرت احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے)۔

۴۔ اللہ کے نیک بندوں کا جنت میں فرشتے سلام کے ذریعے استقبال کریں گے۔ (النحل : ۳۲) --- وہ ہر طرف سے انہیں سلام کریں گے (الرعد : ۲۴) --- اہلِ جنت سلام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے (الحجر : ۴۶) --- خود اہل جنت بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ (یونس : ۱۰)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو اس کی طرف سے سلام کی سوغات ملتی رہتی ہے۔ فرشتے ' پیغمبر اور اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ اس طرح سلام محض ایک تہذیبی روایت یا معاشرتی طریقہ ہی نہیں بلکہ اس میں پاکیزگی ' تقدس اور عظمت

کے معانی پنہاں ہیں۔[۱]

سلام کا معنی و مفہوم

سلام میں ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہونے کا تصور ہے۔ اسی پہلو سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک "السلام" بھی ہے۔ (الحشر: ۲۳) اس لئے کہ اس کی ذات بے عیب اور ان تمام کمزوریوں اور خامیوں سے مبرا اور منزہ ہے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں۔ "سلم" کا لفظ "حرب" کا ضد ہے جس کے معنی جنگ کے ہیں۔ اس طرح "سلم" میں نجات اور سلامتی، امن و صلح اور اذیت سے محفوظ رہنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں دعا کے معنی بھی موجود ہیں۔ "السلام علیکم" کے کلمات سے ملاقات کے آغاز کا مطلب یہ ہے کہ ملاقات اس خدا کے نام سے ہو رہی ہے جو انسان کے ظاہر و باطن، اس کے خیالات و عزائم اور اعمال و افعال سے واقف ہے۔ تمہیں مجھ سے خوف اور اندیشہ محسوس

---

[۱] "سلام" جاہلوں سے اعراض کا ایک مہذب اور شریفانہ طریقہ بھی ہے۔ قرآن مجید کی ہدایت ہے: فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (الزخرف: ۸۹) "پس ان سے درگزر کرو اور کہو سلام ہے۔ جلد ہی انہیں معلوم ہو جائے گا"۔

اہلِ کتاب کے نیک اور صالح افراد کے بارے میں ارشاد ہوا: وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (القصص: ۵۵) "جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے اعمال کے۔ تم کو سلام ہے۔ ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے"۔

اہل ایمان کی خوبی یہ بیان ہوئی ہے: إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (الفرقان: ۶۳) "جب ان سے جاہل الجھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تمہیں سلام ہے"۔

یہ سلامتی اور رحمت کی دعا کا سلام نہیں بلکہ بے تعلقی اور علیحدگی کا سلام ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب ان کے باپ آزر نے سنگسار کرنے کی دھمکی دی تو انہوں نے فرمایا: سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا (مریم: ۴۷) "سلام ہے آپ کو۔ میں اپنے رب سے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے"۔

یہ سلام اظہارِ برأت کے لئے تھا۔ اس طرح کے سلام کے لئے ہر زبان میں مناسب الفاظ موجود ہیں۔ ایسے موقع پر ہماری زبان میں کہا جاتا ہے: معاف کیجئے ہم سلام کرتے ہیں۔ اس کے لئے "السلام علیکم" کے مسنون الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔

کرنے کی ضرورت نہیں، تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف اور گزند نہیں پہنچے گی۔[2]

سلام کو عام کرنے کا حکم

بکثرت احادیث میں سلام کو عام کرنے کا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اعبدوا الرحمٰن وأطعموا الطعام وأفشوا السّلام تدخلوا الجنة بسلام[3]

"رحمٰن کی بندگی کرو، (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے"۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

ایھا الناس أفشُوا السّلام وأطعموا الطعام وصلّوا باللّیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام۔[4]

"اے لوگو! سلام کو عام کرو، (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے"۔

سلام مسلمانوں کے لئے ہے؟

یہ اور اس نوعیت کی دیگر احادیث[5] کے سلسلہ میں ایک سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا ان کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے یا یہ مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے عام ہیں۔ زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ ان کے مخاطب مسلمان ہیں۔ انہیں آپس کے تعلقات میں جن باتوں کی ہدایت کی گئی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ملاقات کے وقت سلام کریں۔ بعض

---

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راغب، مفردات القرآن، مادہ سلم، ص ۲۳۹-۲۴۱۔ ابن اثیر، النہایہ فی غریب الحدیث: ۲ / ۱۷۲-۱۷۸۔ ابن حجر، فتح الباری: ۱۱ / ۱۳۔

[3] ترمذی، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی فضل اطعام الطعام۔

[4] ترمذی، ابواب صفۃ القیامہ، باب...

[5] اس سلسلہ کی بعض اور روایات اور ان کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "کمزور --- اسلام کے سایہ میں" مطبوعہ ماہنامہ زندگی۔ اگست، ستمبر ۱۹۸۷ء

احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لاتدخلوا الجنة حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا۔ اولا ادلکم علی شیئٍ اذا فعلتموہ تحاببتم : أفشُوا السلام بینکم [۶]

"تم جنت میں نہیں داخل ہو گے تا آنکہ ایمان نہ لاؤ گے اور ایمان (کامل) نہ لاؤ گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اس پر عمل کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ وہ یہ ہے کہ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔"

یہ حدیث بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان سلام کا زیادہ سے زیادہ رواج ہونا چاہئے۔ اس سے اجنبیت اور دوری ختم ہوگی' محبت بڑھے گی اور تعلقات مضبوط ہوں گے۔ اس سے علامہ قرطبی نے حسب ذیل استدلال کیا ہے :

ھذا یقتضی افشاءہٗ بین المسلمین دون المشرکین [۷]

"یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ سلام کو مسلمانوں کے درمیان پھیلایا جائے نہ کہ مشرکین کے درمیان"۔

اس مفہوم کی ایک اور روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ان السّلام اسمٌ من اسماء اللّٰہ تعالٰی وضعہ اللّٰہ فی الارض فافشوا السلام بینکم [۸]

"بے شک سلام اللہ تعالٰی کے اسماء میں سے ایک ہے جسے اس نے زمین پر نازل فرمایا ہے' لہٰذا تم اسے اپنے درمیان عام کرو۔"

---

۶ مسلم' کتاب الایمان' باب بیان انہ لا یدخل الجنة الا المؤمنون الخ ابوداؤد' کتاب السلام' باب افشاء السلام۔ ترمذی' ابواب الاستیذان' باب ما جاء فی افشاء السلام۔

۷ قرطبی : الجامع لاحکام القرآن : ۳۰۴/۵۔

۸ الادب المفرد : ۴۴۹/۲ قال الحافظ سندہ حسن واخرجہ البزار والطبرانی من حدیث ابن مسعود مرفوعًا وموقوفًا فتح الباری : ۱۳/۱۱۔

ایک روایت میں شناسا، غیر شناسا یا واقف ناواقف ہر ایک کو سلام کا حکم ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا "ایّ الاسلام خیر" (بہترین اسلام کیا ہے؟) مطلب یہ کہ اسلام کا بہترین اظہار کن صفات کی شکل میں ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفتَ ومن لم تعرف۔[۹]

"یہ کہ تم (بھوکے کو) کھانا کھلاؤ اور جسے جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے ہر ایک کو سلام کرو۔"

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان ہی لوگوں کو سلام نہ کرو جن سے تمہاری واقفیت ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ (بلکہ ہر ایک کو سلام کرو) لیکن یہ حکم مسلمانوں کے لئے ہے۔ غیر مسلم کو سلام کرنے میں پہل نہیں کی جائے گی۔[۱۰]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غیر مسلم کو بھی سلام کیا جا سکتا ہے (اس لئے کہ سلام کو عام کرنے کا حکم ہے) لیکن حدیث میں اس کی دلیل نہیں ہے، اس لئے اسلام اصلاً مسلمانوں کے لئے مشروع ہے۔ حدیث کا تعلق ان ہی سے ہے۔ "من عرفت" (جس سے تم واقف ہو) سے مراد مسلمان ہے "من لم تعرف" (جس سے تم واقف نہ ہو) اس کی دو شکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ عدم واقفیت کے باوجود اگر وہ مسلمان ہے تو اسے سلام کرنے میں پیش قدمی کی جائے گی، لیکن اگر اس کے مسلمان ہونے کا علم نہیں ہے تو احتیاطاً سلام کیا جائے گا جب تک کہ یہ بات معلوم نہ ہو جائے کہ وہ غیر مسلم ہے۔[۱۱]

یہی بات علامہ عینی نے بھی کہی ہے۔

---

۹ بخاری، کتاب الایمان، باب الطعام من الاسلام، مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای الاسلام خیر۔

۱۰ نووی: شرح مسلم ج ۱ جزء ۲ ص ۱۰۔

۱۱ فتح الباری: ۲۱/۱۱

حدیث میں سلام کو عام کرنے اشارہ ہے لیکن اس میں جو عموم ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے (دوسرے لفظوں میں حدیث کا منشا یہ ہے کہ سلام کو صرف مسلمانوں کے درمیان عام کیا جائے) کافر کو سلام کرنے میں پہل نہیں کی جائے گی۔[12]

غیر مسلموں کو سلام کرنے کی ممانعت

مسلمانوں کے درمیان سلام کو عام کرنے کے حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جا سکتا۔ اس نقطہ نظر کی اصل دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لاتبدوا الیهود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدهم فی طریق فاضطروه الی اضیقه[13]

"یہود و نصاریٰ کو سلام کا آغاز تمہاری طرف سے نہ ہو۔ ان میں سے کسی سے راستہ میں تمہاری ملاقات ہو جائے تو اسے اس کے تنگ حصہ میں چلنے پر مجبور کرو۔"

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پیش قدمی نہیں کی جائے گی اور انہیں راستہ کے کنارے چلنے پر مجبور کیا جائے گا۔[14]

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

---

[12] عینی، عمدۃ القاری : ۱۵۶/۱

[13] مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن اہل الکتاب بالسلام۔ ترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی کراہیہ التسلیم علی الذمی۔ ابوداؤد، کتاب السلام، باب فی السلام علیٰ اہل الذمہ، مسند احمد : ۱۹/۴۷۔ حدیث نمبر ۹۹۲۱ مسند کی ایک روایت میں یہود کی جگہ مشرکین کا لفظ آیا ہے ۱۵/۱۹ حدیث نمبر ۹۷۲۴

[14] راستہ سے متعلق اس ہدایت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انہیں راستہ سے دھکا دے کر کنارے کر دیا جائے تاکہ وہ آسانی سے نہ چل سکیں بلکہ بھیڑ بھاڑ اور ازدحام ہو تو ان کے احترام میں خود کنارے ہو کر انہیں درمیانی راستہ نہ دیا جائے بلکہ اسی زحمت اور تنگی سے گزرنے دیا جائے۔ اگر راستہ کشادہ ہو اور کسی کے گزرنے میں کوئی زحمت نہ ہو تو وہ سب کے ساتھ چل سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں کنارے چلنے کا پابند بنانا بلاوجہ کی اذیت رسانی ہے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔ (فتح الباری)